© rasailojaraid.com

مولانا فراہیؒ کی تفسیر سورۂ فیل

ایک جائزہ

(۲)

از جناب محمد رضی الاسلام صاحب ندوی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اسی فصل میں آگے مولانا فراہیؒ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چڑیاں لاشیں کھانے کے لئے آئی تھیں۔ لکھتے ہیں:

"شعراء کا عام انداز کلام اجمال وکنایہ کا ہوتا ہے۔ وہ زیادہ تصریح وتفصیل نہیں کیا کرتے۔ بعض نے مجملاً چڑیوں کے دیکھنے کا ذکر کردیا اور اس قدر بس تھا۔ کیونکہ قتل گاہوں اور جنگ کے میدانوں میں گوشت خور چڑیوں کا جمع ہونا عربوں میں ایک معلوم ومشہور بات تھی۔ وہ فوج کے ساتھ چڑیوں کے جھنڈ دیکھ کر فیصلہ کرلیتے تھے کہ لڑائی ضرور ہوگی۔ اصحاب رجیع کے قتل کی پیشین گوئی عمرو بن ربیعہ نے اسی دلیل سے کی تھی۔ بعض شعراء فوجوں کے ذکر کے ساتھ چڑیوں کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ چڑیوں کو اندازہ ہوگیا ہے کہ میدان جنگ میں بے شمار لاشیں ملیں گی۔ اس وجہ سے وہ بھی ساتھ ہولی ہیں۔ مشہور شاعر نابغہ عمرو بن حارث غسانی اور اس کی قوم کا ذکر کرتا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

إذا ما غزوا بالجيش خلق فوقهم عصائب طير تهتدي بعصائب
جوانح قد أيقن أن قبيله إذا ما التقى الجمعان أول غالب

[جب وہ فوج لے کر حملہ کرتے ہیں تو چڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ ان کے اوپر منڈلاتے ہیں۔ وہ گرا چاہتی ہیں۔ کیونکہ ان کو یقین ہے کہ جب دو جماعتوں میں مڈبھیڑ ہوتی ہے تو انہی کا قبیلہ غالب رہتا ہے]

اسی مضمون کو ابو نواس نے لیا ہے:

تتأى الطير غدوته ثقة بالشبع من جزره

[جب میرا ممدوح جنگ کے لئے نکلتا ہے تو چڑیوں کے جھنڈ اس کے پیچھے اس یقین کے ساتھ چلتے ہیں کہ اس کے شکار سے اپنا پیٹ خوب بھریں گے] ؎۱

مولانا سید سلیمان ندوی نے مولانا فراہی کے اس استدلال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"۳۶ھ میں بصرہ میں جنگ جمل واقع ہوئی تھی۔ حجاز میں اس لڑائی کا حال اسی دن معلوم ہوگیا تھا۔ کیونکہ غول در غول پرندے کٹے ہوئے اعضاء چنگلوں اور چونچوں میں لئے ہوئے ادھر ادھر اڑ رہے تھے۔" ؎۲

مذکورہ اشعار میں شاعرانہ مبالغہ آرائی ظاہر ہے۔ شاعر اپنے ممدوح کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب وہ لشکر جنگ کے لئے چلتا ہے تو پرندوں کے جھنڈ اس یقین کے ساتھ اس کے ساتھ ہو لیتے ہیں کہ وہ کامیاب ہوگا تو

؎۱ تفسیر سورۂ فیل ص ۶۸ - ۶۹۔

؎۲ ارض القرآن سید سلیمان ندوی اول ص ۳۱۵ بحوالہ تاریخ طبری ذکر واقعہ جمل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے شکار سے اپنا پیٹ بھریں گے۔ پرندوں کا لشکر کی کامیابی کا یقین کرلینا حقیقت واقعہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ اس مبالغہ آرائی کو حقیقت واقعہ سمجھ کر استدلال کرنا صحیح نہیں ہوسکتا۔

واقعۂ فیل سے قبل بھی ایام جاہلیت میں بہت سی جنگیں ہوچکی تھیں جیسے جنگ بسوس، جنگ داحس وغبراء اور جنگ بعاث وغیرہ، جن میں ہزاروں جانیں ضائع ہوچکی تھیں۔ اس کے بعد بھی بے شمار جنگیں ہوئیں اور تاریخ میں ان جنگوں کی جزئیات تک محفوظ ہیں۔ لیکن کسی جنگ کے بارے میں یہ نہیں ملتا کہ لوگوں نے اس موقع پر آنے والے مردار خور پرندوں کا تذکرہ کیا ہو اور ان کی شکل وصورت اور قد وغیرہ کا اتنی باریکی سے تذکرہ کیا ہو۔ اگر جنگ کے موقع پر چڑیوں کا آنا ایک معمول تھا اور واقعۃً تھا تو اسے اتنی اہمیت دینے اور ان کی شکل وصورت، رنگ، چونچ کی ہیئت اور قد وغیرہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ روایتوں کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ فیل کے موقع پر ضرور کوئی غیر معمولی اور خلاف معمول بات پیش آئی تھی۔ اسی لئے راویوں نے اہمیت دے کر چڑیوں کا تذکرہ کیا۔

قرآنی الفاظ اور اسالیب سے استشہاد:

(۱) مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے لفظ ترمیٔ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ترمی کا فاعل ہمارے نزدیک قریش ہیں جو الم تر کے مخاطب ہیں فعل ترمی چڑیوں کے لئے کسی طرح موزوں ہے ہی نہیں، چڑیاں اپنی چونچوں اور چنگلوں سے سنگریزے تو گرا سکتی ہیں لیکن اس کو رمی نہیں کہہ سکتے۔ رمی صرف اسی صورت میں ہوگی جب پھینکنے میں بازو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا ناخن کا زور استعمال ہو یا ہوائے تیز و تند تھپیڑے اس کے ساتھ ہوں۔" لہ

مولانا اصلاحی کے آخری جملے سے خود ان کے اعتراض کی تردید ہو رہی ہے۔

ابو قیس بن اسلت یثربی جاہلی کے جو اشعار اوپر گزرے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت خدائی فوجوں نے لشکر ابرہہ کو پسپا کیا اس وقت تیز و تند ہوا بھی چل رہی تھی" اس لئے چڑیاں جب اوپر سے پتھر گراتی تھیں تو تیز ہوا کی وجہ سے ان میں رمی کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ مشہور محدث ابن ابی حاتم کی نقل کردہ روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے:

"عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ جب ابرہہ کا لشکر مکہ کی جانب بڑھا تو تیز ہوا چلی اور سمندر کی جانب سے پرندوں کے غول اڑتے ہوئے لشکر پر چھا گئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فضا میں پرندوں کا زبردست لشکر پرے کے پرے باندھے ہوئے ہے ان کے منہ اور ان کے دونوں پنجوں میں سنگریزے تھے۔ انھوں نے اول تو آوازا دی پھر لشکر پر سنگریزے مارنے لگے۔ ساتھ ہی تیز و تند ہوا چلنے لگی جس نے اس سنگباری کو لشکر کے مصیبت عظمیٰ بنا دیا۔" ۲ہ

سیرت ابن اسحاق میں نفیل خثعمی کا جو شعر ہے اس میں "ترمی" کا لفظ موجود ہے:

خشیت اللہ لما رایت طیرًا وقذف حجارۃ ترمی علینا

اسی لئے قرآن نے ایجاز و اعجاز کا نمونہ پیش کرتے ہوئے "ترمی" کا لفظ استعمال

لہ تدبر قرآن ہشتم صفحہ ۵۶۵۔

۲ہ بحوالہ قصص القرآن سیوہاروی سوم صفحہ ۳۶۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا تاکہ اس ایک لفظ سے پوری صورت حال کی تصویر کشی ہو جائے۔

(۲) ترمیھم کا مخاطب کون ہے؟ اس سلسلے میں مولانا فراہی فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک اس سورہ کے مخاطب وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تھا یا اس کو بطریق تواتر سن کر اس پر یقین رکھتے تھے۔ یہ زبان کا ایک مخصوص اسلوب ہے جس میں واحد کا اطلاق جمع پر ہوتا ہے گویا واحد کا لفظ ایک ایک کر کے پوری جماعت کو خطاب کرتا ہے کلام عرب اور قرآن مجید میں اس کی مثالیں بہت ہیں ... (کبھی کلام واحد کے صیغے سے شروع ہوتا ہے اور پھر جمع کی ضمیر آتی ہے کیونکہ واحد سے مقصود جمع ہوتی ہے) کبھی اس کے برعکس جمع سے کلام شروع ہوتا ہے اور پھر واحد کی ضمیر آجاتی ہے لیکن اس سے مقصود وہی جمع ہوتی ہے۔"[1]

"خطاب کبھی نبی سے بحیثیت امت کے امام اور ترجمان ہونے کے ہوتا ہے اور اس سے مراد جماعت ہوتی ہے خواہ تمام لوگ یا ان کی ایک جماعت اور کبھی خطاب بذات خود لوگوں سے ہوتا ہے۔ اس صورت میں خطاب واحد کے صیغے سے ہوتا ہے اور اس سے مراد نبیؐ کے واسطے کے بغیر پوری امت ہوتی ہے۔ ایسا کبھی نبیؐ کے بعد آیا ہے اور کبھی پہلے، یہ اتفاقات کے طریقے پر ہوتا ہے۔"[2]

پھر مولانا نے قرآن کے اس اسلوب کی متعدد مثالیں تفسیر سورۂ فیل اور اسالیب القرآن

---

[1] تفسیر سورۂ فیل صفحہ ۱۳-۱۴

[2] اسالیب القرآن فراہی صفحہ ۱۵-۱۷ دائرہ حمیدیہ سرائے میر اعظم گڑھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں دی ہیں، مثلاً:

ألم تر أن الفلك تجری فی البحر بنعمة الله ليريكم من
آياته (لقمان - ۳۱)

ألم تر أن الله خلق السماوات والأرض بالحق، إن يشأ
يذهبكم ويأت بخلق جديد (ابراہیم - ۱۹)

إن تدعوهم إلى الهدى لا يسمعوا وتراهم ينظرون إليك
وهم يبصرون (الاعراف - ۱۹۸)

وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا،
إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما
أف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما (الاسراء)

مولانا نے ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں دی ہیں لیکن ان تمام مثالوں کا استقرار کرنے سے ایک دوسرا ہی پہلو سامنے آتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ خطاب کبھی واحد کے صیغے سے ہوتا ہے اور اس سے مراد جماعت ہوتی ہے لیکن وہاں کوئی نہ کوئی قرینہ اور اشارہ ایسا ضرور ہوتا ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ اس واحد کے صیغے کے بعد یا اس سے پہلے جمع کا صیغہ ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واحد کا صیغہ بھی جمع کے معنی میں ہے۔ غالباً قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں جس میں کوئی ایسا قرینہ نہ پایا جاتا ہو اس کے باوجود واحد کا صیغہ جمع کے معنی میں ہو۔

یہاں یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ چونکہ سورۂ فیل میں الم تر سے مراد جمع ہے اس لئے اس کے بعد ترمیہم بھی جمع (ترمونہم) کے معنی میں ہے اس لئے کہ ألم تر قرآن کا ایک مخصوص اسلوب ہے۔ الم تر کے الفاظ قرآن میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکتیس ۳۱ مرتبہ آئے ہیں۔ قرآن یہ اسلوب اس وقت اختیار کرتا ہے جب کسی اہم بات کی طرف اشارہ کرنا اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے

جیسے:

کسی اہم اور مشہور واقعہ کی طرف اشارہ کرنا: عاد، ثمود (الفجر۔ ۶) نمرود (البقرہ۔ ۲۵۸) بنی اسرائیل (البقرہ۔ ۲۴۳، ۲۴۶) اصحاب الفیل (فیل۔ ۱)۔

یا اہل کتاب (آل عمران۔ ۲۳) منافقین (النساء: ۶۰، ۷۷، المجادلہ ۸، ۱۴)

مشرکین (ابراہیم۔ ۲۸، مریم۔ ۸۳، مومن۔ ۶۹)

شعراء (الشعراء۔ ۲۲۵) کے رویہ کی طرف توجہ دلانا۔

یا اللہ کی صفات کی طرف متوجہ کرنا (ابراہیم: ۱۹، ۲۴ المجادلہ۔ ۷)

یا آثار کائنات کی طرف توجہ مبذول کرنا (الحج: ۱۸، ۶۳، ۶۵ النور، ۴۱، ۴۳ الفرقان۔ ۴۵ لقمان ۲۹۔ ۳۱ فاطر۔ ۲۷ الزمر۔ ۲۱)

فخرالرازی نے لکھا ہے:

"المراد من الرویۃ العلم والتذکیر وھو اشارۃ الی ان الخبر بہ متواتر، فکان العلم الحاصل بہ ضروریا مساویا فی القوۃ والجلاء للرویۃ"[1]

[دیکھنے سے مراد جاننا یا یاددہانی کرنا ہے۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جس چیز کی خبر دی جا رہی ہے وہ تواتر سے ثابت ہے اس لئے اس سے جو علم حاصل ہو رہا ہے وہ قوت و وضاحت میں رؤیت کے مساوی ہے]

---

[1] تفسیر کبیر رازی صفحہ ۹۷/۳۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا فراہی نے بھی یہی لکھا ہے کہ :

"کسی امر کا اقرار کرانے کے لئے بھی عربی زبان میں یہی اسلوب ہے جب یہ انداز کلام اختیار کیا جاتا ہے تو اس کے بعد کسی مشہور و معروف ہی بات کا ذکر آتا ہے" لہ

معلوم ہوا کہ یہ قرآن کا ایک مخصوص اسلوب ہے اسے عام ضابطہ نہیں بنایا جاسکتا۔

(۳) ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر چڑیاں سنگباری کرنے کے لئے نہیں بلکہ لاشوں کو کھانے کے لئے آئی تھیں تو ترتیب کلام یوں ہونی چاہئے تھی۔ "ترمیھم بحجارۃ من سجیل فجعلھم کعصف مأکول وارسل علیھم طیراً ابابیل" اس کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

"یہ سوال جن لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوا ہے ہمارے نزدیک وہ عربیت کے ایک خاص اسلوب بلاغت سے نا آشنا ہیں وہ یہ کہ بعض مرتبہ کسی نتیجۂ خیر یا شر کی مبادرت ظاہر کرنے کے لئے اس کو فعل کی پوری تفصیل سے پہلے ظاہر کر دیتے ہیں دعاؤں کی قبولیت ظاہر کرنے کے لئے قرآن نے یہ .... اسلوب جگہ جگہ اختیار کیا ہے اور ہم اس کی وضاحت کرتے آئے ہیں۔ یہاں سورۂ نوح سے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ قال نوح رب إنھم عصونی واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ

لہ تفسیر سورۂ فیل صفحہ ۴۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الا خسارا .... مما خطیئاتهم اغرقوا فادخلوا نارًا، فلم یجدوا من دون الله انصارا۔ وقال نوح رب لا تذر علی الأرض من الکافرین دیارا (نوح ۲۱-۲۶) ان آیات پر تدبر کی نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ حضرت نوحؑ کی دعا کے پہلے ہی فقرے کے بعد ان کی قوم کا انجام رکھ دیا گیا ہے اور ان کی دعا موخر کر دی گئی ہے حالانکہ انجام پوری دعا کے بعد ہی سامنے آیا ہوگا۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ قبولیت دعا کی مبادرت ظاہر کرنے کے لئے ترتیب کلام میں تقدیم تاخیر کردی گئی بالکل اسی طرح اس سورہ میں ابرہہ کی فوجوں کا انجام ظاہر کرنے کے لئے ان پر چڑیوں کے بھیجے جانے کا ذکر پہلے کیا اور ان کے پامال ہونے کا ذکر اس کے بعد کیا۔ سورہ کا مزاج چونکہ قریش پر امتنان و احسان کا تھا اس وجہ سے بلاغت کا تقاضا یہی تھا کہ دشمن کی بد انجامی کی تصویر پہلے سامنے آجائے"۔[۱]

مولانا اصلاحی نے سطور بالا میں جس اسلوب بلاغت کی طرف اشارہ کیا ہے ہمارے نزدیک سورۂ فیل میں وہ اسلوب نہیں پایا جاتا بلکہ ایک دوسرا اسلوب "تفصیل بعد الاجمال" پایا جاتا ہے۔ یہ اسلوب قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے۔ پہلے قرآن ایک واقعہ اجمال کے ساتھ بیان کرتا ہے اس کے بعد اسی کو تفصیل سے بیان کرتا ہے جیسے سورۂ کہف کی یہ آیات ملاحظہ ہوں:

"أم حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا، إذ أوی الفتیة الی الکهف فقالوا ربنا آتنا من لدنک رحمة وهیئ لنا من أمرنا رشدا فضربنا علی آذانهم فی الکهف

---

[۱] تدبر قرآن صفحہ ۵۶۵-۵۶۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سنين عددًا، ثم بعثناهم لنعلم أى الحزبين احصى لما لبثوا أمدًا، نحن نقص عليك نبأهم بالحق، إنهم فتية آمنوا بربهم وزدناهم هدى ... الخ (الکہف ۹-۲۶)

پہلے قرآن نے اجمال کے ساتھ تبلایا کہ اصحاب کہف نے غار میں پناہ لی اور ہم نے انھیں سالوں سلائے رکھا۔ پھر انھیں بیدار کیا تاکہ وہ دیکھیں کہ وہ یا ان کے کہیں زیادہ دنوں زندہ رہا۔ اس کے بعد پھر سے اصحاب کہف کا قصہ تفصیل سے بیان کیا۔ یہی اسلوب سورۂ فیل میں بھی ہے۔ پہلے قرآن نے اجمال کے ساتھ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الفیل کے کید کو ناکام کر دیا پھر اس کی تفصیل یہ بیان کی کہ اس نے چڑیوں کو بھیج کر سنگباری کے ذریعہ تہس نہس کر کے کھائے ہوئے بھس کی طرح بنا دیا۔ اس طرح ان کا منصوبہ ناکام ہو کر رہ گیا۔

غلط فہمی کے اسباب کا جائزہ :-

مولانا فراہی نے ایک فصل میں تاویل میں غلط فہمی کے اسباب کا جائزہ لیا ہے۔ لیکن وہ سراسر عقلی اور بے بنیاد ہے۔ ایک مثال یہاں ذکر کی جاتی ہے اسی پر مولانا کے ذکر کردہ دوسرے اسباب کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لکھتے ہیں :

"بعض لوگ جو واقعہ کے عینی شاہد ہیں انھوں نے چڑیوں اور پتھروں کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے اس سے بعض سننے والوں کو گمان ہوا کہ یہ پتھر چڑیوں ہی نے پھینکے۔ اور ممکن ہے کہ بعض دیکھنے والوں کو بھی یہ شبہ ہوا ہو اور انھوں نے اپنے خیال کے مطابق واقعہ کو بیان کر دیا ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر ہے کہ ان لوگوں کا عذر واضح ہے۔ سنگباری کے جو نتائج ظہور میں آئے وہ عزلوں کی سنگباری کے اعتبار سے بہت زیادہ تھے۔ ابرہہ کی پوری فوج کا بھس کی طرح پامال ہوجانا قریش کی سنگ اندازی کے بس کی بات نہ تھی۔ اس وجہ سے ان لوگوں کو خیال ہوا ہوگا کہ یہ سنگ باری آسمان سے ہورہی ہے۔ آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو تمام فضا چڑیوں سے بھری ہوئی تھی اس وجہ سے خیال ہوا ہوگا کہ ہو نہ ہو یہ ان ہی چڑیوں کا کرشمہ ہے۔ بعد میں جن لوگوں نے یہ روایت سنی انھوں نے آیت کو بھی اسی پر محمول کر دیا۔ حالانکہ یہ سمجھنا زیادہ صحیح تھا کہ یہ آسمانی سنگباری عزلوں کی سنگباری کے پردے میں ہوئی"۔ [1]

ایک دوسری جگہ بھی اسی قسم کی قیاس آرائی کی ہے وہ بھی قابل ملاحظہ ہے:

"جن لوگوں نے چڑیوں کی شکل و صورت، ان کا رنگ، ان کی چونچوں کی زرد گونی، ان کا لاشوں پر گرنا سب کچھ بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا بیان عینی شہادت پر مبنی ہوگا۔ باقی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ چڑیاں چونچوں اور چنگلوں میں پتھر اٹھائے ہوئے تھیں تو یا تو انھوں نے اوپر سے پتھر برستے ہوئے دیکھے اور دور سے یہ گمان کرلیا کہ یہ چڑیاں پھینک رہی ہیں یا ترمیہم کی ضمیر کا مرجع انھوں نے طیراً کو سمجھا اور پھر اصل واقعہ کی تحقیق کئے بغیر آیت کی جو تاویل ان کے ذہن میں آئی اسی سانچہ میں انھوں نے قصہ کو ڈھال دیا"۔ [2]

---

[1] تفسیر سورۂ فیل صفحہ ۸۱

[2] ایضاً صفحہ ۶۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا کے اس طرزِ تحقیق پر کیا تبصرہ کیا جائے۔ جب علمی شاہدوں کو نا قابلِ اعتبار قرار دیا جائے تب تو بڑی آسانی سے کسی بھی واقعہ کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دیکھنے والوں نے صحیح دیکھا، بتانے والوں نے صحیح بتایا اور سننے والوں نے صحیح سنا۔ کسی سے کوئی غلطی یا غلط فہمی نہیں ہوئی۔ اس زمانے کے راویوں سے زیادہ تصریحات اس سلسلہ میں اس لئے نہیں ملتیں کیونکہ اس پر انھیں عین الیقین اور علم الیقین حاصل تھا۔ ان کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ نہ ہوگا کہ ایک زمانہ میں یہ چیز بھی معرضِ بحث بن جائے گی کہ چڑیاں سنگباری کرنے کے لئے آئی تھیں یا لشکر ابرہہ کی لاشوں کو کھانے۔

مولانا فراہی کی تاویل پر اعتراضات:

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ترمیھم کا مخاطب اہلِ مکہ کو مان کر یہ کہنا کہ چڑیاں لشکر ابرہہ پر سنگباری کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کی لاشوں کو کھانے کے لئے آئی تھیں، صحیح نہیں۔ سورۂ فیل کے الفاظ اور اسلوب میں غور کرنے سے بھی اس تاویل کی غلطی واضح ہوتی ہے۔ ذیل میں اسے ہم اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔

(۱) سورۂ فیل کی پہلی آیت ہے: أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ۔

اس میں 'فعل' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ قرآنی استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ جب 'فعل' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو وہاں عذاب اور سزا کا تذکرہ ہوتا ہے اور یہ عذاب انسانوں کے ذریعے یا ان کی معاونت میں نہیں ہوتا بلکہ براہِ راست اللہ تعالیٰ آندھی طوفان بھیج کر اور اجرامِ سماوی و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اڑنی مسلط کر کے ہلاک کرتا ہے ۔ چند آیات ملاحظہ ہوں :

الفجر ۔ ۶ : ألم تر کیف فعل ربك بعاد

ابراہیم ۔ ۴۵ : وتبین لکم کیف فعلنا بھم وضربنا لکم الأمثال

المرسلات ۔ ۱۸ : کذلك نفعل بالمجرمین ۔

الصافات ۔ ۳۴ : انا کذلك نفعل بالمجرمین ۔

شروع کی تین آیتوں میں گزشتہ قوموں کی ہلاکت کا تذکرہ ہے اور موخرالذکر آیات میں جہنم کے عذاب کا بیان ہے ۔ یہی معنی سورۂ فیل کی آیت میں بھی پایا جاتا ہے لیکن مولانا فراہی کی تاویل ماننے کی صورت میں عذاب میں انسانوں کی شرکت و معاونت لازم آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ نے لشکر ابرہہ پر سنگباری کی اور اس کے پردے میں اللہ نے ان کو ہلاک کیا ۔

(۲) سورۂ فیل کی تیسری آیت ہے : وأرسل علیھم طیرًا أبابیل

قرآن میں جب ہم "أرسل علی" کے فعل کا استقرار کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسے یا تو غلبہ کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے یا انعام یا عذاب کے مفہوم میں ۔ اول الذکر مفہوم کی مثالیں :

مریم ۔ ۸۳ : الم تر أنا أرسلنا الشیاطین علی الکافرین تؤزھم أزًّا

النساء ۔ ۸۰ : ومن تولی فما أرسلناك علیھم حفیظًا مزید دیکھیے الشوری ۔ ۴۸ ۔

الاسراء ۔ ۵۴ : وما أرسلناك علیھم وکیلا

الانعام ۔ ۶۱ : ھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظة

انعام کے مفہوم کی مثال :

ھود ۔ ۵۲ : یاقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیکم مدرارًا

[مزید دیکھئے : نوح - ۱۱ ، الانعام - ۶]

ان کے علاوہ دیگر تمام آیتوں میں عذاب کے معنی میں آیا ہے جیسے:

الاعراف - ۱۳۳ : فارسلنا علیہم الطوفان والجراد .... الخ

" - ۱۶۲ : فارسلنا علیہم رجزا من السماء

العنکبوت - ۴۰ : فمنہم من ارسلنا علیہ حاصبا [مزید دیکھئے القمر-۳۴، الاسراء-۶۸، الملک-۱۷]

الاحزاب - ۹ : فارسلنا علیہم ریحًا وجنودًا لم تروھا [مزید دیکھئے حم السجدہ ۱۶ ، الذاریات - ۴۱ ، القمر - ۱۹]

سبا - ۱۶ : فارسلنا علیہم سیل العرم

القمر - ۳۱ : انا ارسلنا علیہم صیحۃ واحدۃ

الذاریات - ۳۳ : لنرسل حجارۃ من طین

الاسراء - ۶۹ : فیرسل علیکم قاصفا من الریح

الکہف - ۴۰ : فیرسل علیکم حسبانا من السماء

سورۂ فیل میں بھی "ارسل علی" عذاب کے معنی میں ہے جیسا کہ خود مولانا فراہی نے بھی لکھا ہے : ارسل علیہم ، حرف علی میں یہاں غلبہ اور ضرر دونوں کا مفہوم پنہاں ہے"۔[1] فخرالرازی نے بھی فعل 'ارسال' کے عذاب کے معنی میں ہونے کا اشارہ کیا ہے[2]۔ لیکن مولانا فراہی کی تاویل کی صورت میں عذاب کا مفہوم واضح نہیں ہو پاتا۔ مولانا لکھتے

---

[1] تفسیر سورۂ فیل ص۹۔

[2] تفسیر کبیر رازی ۳۲/۱۰۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں کہ لشکر ابرہہ کو اللہ تعالیٰ نے حاصب کے ذریعہ ہلاک کیا۔ اس کے بعد ان کی لاشوں کو کھانے کے لئے چڑیاں بھیجیں۔ گویا چڑیاں عذاب کے لئے نہیں بلکہ دفع مضرت کے لئے بھیجی گئی تھیں تاکہ اہل مکہ کو پیش آنے والی تکالیف اور پریشانیاں دور ہو جائیں۔ "اگر ایسا نہ ہوتا تو اہل مکہ کا جینا دوبھر ہو جاتا" جبکہ قرآن "ارسل علی" کا لفظ استعمال کرتا ہے اور قرآنی استقرار سے معلوم ہوا کہ قرآن اسے عذاب کے معنی میں استعمال کرتا ہے۔

(۳) سورۂ فیل کی چوتھی آیت ہے: ترمیھم بحجارۃ من سجیل

اس آیت سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ "ترمیھم" کا مخاطب اہل مکہ نہیں ہو سکتے اس لئے کہ اس میں سجیل کی قسم کے پتھروں کا تذکرہ ہے۔ اگر سنگباری اہل مکہ نے کی ہوتی تو "من سجیل" کی قید لانے کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف "ترمیھم بحجارۃ" کہنا کافی تھا۔ حضرت ابن عباس کی تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ سجیل فارسی الفاظ سنگ اور گل کا معرب ہے۔ عربی زبان میں کنکر پتھر کے لئے متعدد الفاظ آتے ہیں لیکن ان میں سے صرف سجیل کا استعمال خاص معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سجیل کی قسم کے پتھر مکہ و نواح مکہ میں نہیں پائے جاتے تھے۔ پھر آخر اہل مکہ سنگباری کے لئے کہاں سے لے آئے تھے۔؟

یہ استدلال مولانا شبیر احمد صاحب میرٹھی نے بھی کیا ہے۔ اس پر جناب نسیم ظہیر اصلاحی صاحب نے بڑا مضحکہ خیز تبصرہ کیا ہے۔ جن آیتوں میں حجارۃ من سجیل اور حجارۃ من طین کے الفاظ آئے ہیں انھیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ان آیتوں میں عرب بائدہ کا ذکر ہے۔ جن کو ایسی شدید اور تباہ کن آندھی کے ذریعے ہلاک کیا گیا تھا جو اپنے ساتھ سجیل کے قسم کے پتھر لئے ہوئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آتی تھی اور مسلسل کئی روز تک چلتی رہی۔ یہ قومیں عرب تھیں اور سرزمین حجاز میں آباد تھیں۔ انھیں ہلاک کرنے والی آندھی کہیں دور دراز سے کنکر پتھر لے کر نہیں آتی تھی بلکہ وہ جن راستوں سے گزرتی تھی انھیں میں پڑے ہوئے کنکر پتھر اپنے ساتھ اڑاتے ہوئے چلتی تھی اب اگر اس علاقے میں سجیل کی قسم کے پتھر پائے ہی نہیں جاتے تھے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ آندھیاں بھی اپنے ساتھ سجیل کے پتھر کہاں سے لائی تھیں۔" لہ

یہ ایک فاش غلطی ہے۔ قرآن میں سورۂ فیل کے علاوہ دو جگہ اور حجارۃ من سجیل کے الفاظ آئے ہیں (ہود۔ ۸۲، الحجر۔ ۷۴) اور ایک جگہ حجارۃ من طین کے الفاظ ہیں (الذاریات۔ ۳۳) تینوں جگہ مراد قوم لوط ہے۔ تاریخ اور جغرافیہ سے ادنیٰ سی بھی واقفیت رکھنے والا جانتا ہے کہ قوم لوط حجاز میں نہیں بلکہ حجاز سے سینکڑوں میل دور شام میں بحر مردار (DEAD SEA) کے کنارے آباد تھی۔ اس لئے قوم لوط کو قلم کے زور پر سرزمین حجاز میں آباد کر دینا سخت غلطی ہے۔

نئی تاویل کا سبب:

مولانا فراہی کی تفسیر سورۂ فیل کا مطالعہ کرتے وقت بارہا یہ خیال ذہن میں آیا کہ آخر مولانا کے ذہن میں یہ عجیب و غریب تفسیر کیسے آئی۔ جبکہ کوئی روایت ساتھ نہیں دیتی۔ تفسیر کی کسی کتاب میں ہلکا سا بھی اشارہ نہیں ملتا اور

لہ تحقیقات اسلامی ص ۵۵-۵۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امت کی تاریخ میں کسی کی جانب سے یہ رائے سامنے نہیں آئی۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اشعار عرب کے وسیع و عمیق مطالعہ کے نتیجہ میں مولانا کے ذہن میں عربوں کی اخلاقی عظمت، شجاعت و بہادری، شہسواری اور شمشیر زنی کی تصویر مرتسم ہو گئی تھی۔ اس لئے ان کو شبہ ہوا کہ انھوں نے لشکر ابرہہ سے ضرور مقابلہ آرائی کی ہو گی۔ اسی کو بنیاد بنا کر مولانا نے اشعار عرب میں سے مجمل اشعار لے لئے اور انھیں اپنے مدعا پر دلیل بنا دیا، اسی خیال کو ذہن میں رکھ کر سورۂ فیل پر نظر ڈالی اور جو جو اشکال آتے گئے انھیں قرآن کے مختلف اسالیب، قواعد نحو اور عربی اشعار سے حل کرتے گئے۔ اور جو روایتیں ان کے خلاف ملیں۔ انھیں "بے بنیاد، غلط اور لغو" قرار دے دیا۔ اور اس طرح تانے بانے بنتے بنتے سورۂ فیل کی ایک ایسی تفسیر وجود میں آئی جو حقیقت کے بالکل برعکس تھی۔ مولانا کے اس خیال کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہوتا ہے:

"دنیا کے پردے پر کوئی قوم ایسی نہیں جو اپنی عبادت گاہ کو خدا کا گھر نہ سمجھتی ہو۔ پھر اس سے اس بے حمیتی کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ بغیر کسی مدافعت کے اپنا معبد دشمنوں کے حوالے کر کے پہاڑوں میں جا چھپے گی۔ اس طرح کی بے حمیتی کا گمان تو ہم دنیا کی ادنیٰ قوموں کی نسبت بھی نہیں کر سکتے تو قوم قریش و بنی اسماعیل کی نسبت کس طرح کر سکتے ہیں جن کا تمام تر سرمایہ فخر و نازش ہمیشہ شہسواری، شمشیر زنی اور قدر اندازی ہی رہا ہے یہاں تک کہ غیروں کو بھی اعتراف ہے کہ اسی جوہر کی بدولت انھوں نے کبھی اپنی آزادی پر آنچ آنے نہیں دی۔" [۱]

---

[۱] تفسیر سورۂ فیل ص ۳۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہل مکہ کے لشکر ابرہہ سے مقابلہ نہ کرنے کی وجہ ہم ابتداء میں بیان کر چکے ہیں۔ مولانا فراہی کا یہ استدلال سراسر عقلی اور قیاسی ہے۔ تاریخ کے کسی واقعہ کے ثبوت کے لئے محض قیاس کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے تاریخی شہادت مطلوب ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں اس سلسلہ میں کوئی شہادت نہیں ملتی۔ بلکہ مولانا کی فرض کردہ صورت پر کئی اعتراضات پڑتے ہیں:

(۱) کلام عرب میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ اہل مکہ نے ابرہہ سے اپنے مقابلہ کا ہلکا سا بھی تذکرہ کیا ہو۔ بعد میں بھی بہت سی جنگیں ہوئیں لیکن کبھی اہل مکہ نے فوج کو ابھارنے اور جوش دینے کے لئے یہ نہیں کہا کہ "مقابلہ کرو جس طرح تم نے ابرہہ سے مقابلہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مدد کرے گا۔ تمام اشعار میں لشکر ابرہہ کی تباہی کو صرف اللہ کا کرشمہ کہا گیا ہے۔ ذوالرمہ کے اشعار میں مقابلہ کا جو ذکر ہے اس کے سلسلے میں ہم بتلا چکے ہیں کہ اس میں پہلے ہونے والی جھڑپوں میں سے کسی جھڑپ کا تذکرہ ہے۔ چند اشعار درج ذیل ہیں:

عبدالمطلب نے دعا کے وقت کہا تھا:

یا رب لا ارجو لھم سواک ویا رب فامنع منھم حماک [1]

[اے رب ان کے مقابلہ کے لئے مجھے تیرے سوا کسی سے امید نہیں ہے۔ اے رب ان سے اپنے گھر کی حفاظت فرما]

انھیں کا شعر ہے:

منعت أبرھة الأرض التی حمیت من اللئام نم تخلق لھود الذا [2]

---

[1] نقوش رسول نمبر ۔ سیرت ابن اسحاق ص ۵۹

[2] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مغیرہ مخزومی کہتا ہے:

انت حبست الفیل بالمغمس | اھلکت ابا یکسوم والمغلس
کردستھم وانت غیر مکردس | تاعسھم وانت غیر ملاعس[1]

[تو نے ہاتھی کو مغمس کے مقام پر روک دیا اور تو نے ابویکسوم اور مغلس کو ہلاک کر دیا۔ تو نے ان کی ہڈیاں اور جوڑ بند توڑ دیئے، تو نے انھیں پامال کر دیا اور روند ڈالا اور ان کا تخریبی منصوبہ کامیاب نہ ہو سکا]

طالب بن ابی طالب بن عبد المطلب کا شعر ہے:

الم تعلموا ما کان فی حرب داحس | وجیش ابی یکسوم اذ ملئوا الشعبا
فلولا دفاع اللہ لا شیٔ غیرہ | لاصبحتم لا تمنعون لکم سربا[2]

[کیا تمھیں معلوم نہیں کہ داحس کی جنگ اور ابویکسوم کے لشکر کا کیا انجام ہوا۔ جب انھوں نے وادی کو بھر دیا تھا۔ اس وقت اگر اللہ تعالیٰ انھیں دفع نہ کرتا تو تم قوم کی حفاظت نہ کر سکتے تھے]

ابو امیہ بن ابی الصلت کا شعر ہے:

حبس الفیل بالمغمس حتی | ظل یحبو کانہ معقور[3]

[اس نے ہاتھی کو مغمس میں روک دیا یہاں تک کہ گھٹنوں کے بل اس طرح چلتا تھا جس طرح وہ اونٹنی چلتی ہے جس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہوں۔]

---

[1] سیرت ابن ہشام
[2] ایضاً
[3] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ اور ان کے علاوہ دیگر تمام اشعار میں صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا ہے۔ اور لشکر ابرہہ کی پسپائی کو اسی کا کرشمہ قرار دیا گیا ہے۔ اہل مکہ کے مقابلہ کا ہلکا سا بھی اشارہ نہیں ملتا۔

(۲) بزدلانہ سنگ اندازی کی جو صورت فرض کی گئی ہے تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اگر اہل حجاز اس طریقہ کے عادی تھے تو اس سے پہلے ہونے والی جنگوں میں بھی اس طریقۂ جنگ کے اختیار کرنے کا تذکرہ کلام عرب میں ملنا چاہیئے۔ اور اگر انھوں نے پہلی مرتبہ یہ اختیار کیا تھا تو بھی اس کی صراحت ضروری ہے اور کلام عرب میں اس کا بھی حوالہ ملنا چاہیئے۔

(۳) عربوں کی شجاعت و بہادری، ہمت و دلیری، غیرت و حمیت، شہسواری و شمشیر زنی اور حریت پسندی کی داستانیں بجا۔ لیکن محض اس کی بنیاد پر تاریخ گڑھنا اور حقائق کے برخلاف نئی تصویر پیش کرنا صحیح نہیں بلکہ اس کے لئے ٹھوس تاریخی حقائق مطلوب ہیں۔ تاریخ، سیرت اور حدیث کی کتابوں میں فتح مکہ کی جو تفصیلات ملتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوئے تو اہل مکہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ صرف حضرت خالد بن الولیدؓ کے دستہ سے بہت معمولی سی جھڑپ ہوئی۔ اب اگر کوئی اہل مکہ کی شجاعت و حمیت کی بنیاد پر یہ کہنے لگے کہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان جنگ ضرور ہوئی ہوگی تو اسے تاریخ بیانی نہیں، تاریخ سازی ہی کہا جاسکتا ہے۔ یہی حال واقعۂ فیل کا بھی ہے۔ تاریخی ثبوت نہ ہونے کے باوجود محض اہل عرب کی شجاعت کی داستانوں کی بنیاد پر ان کی معرکہ آرائی ثابت کرنا بعید از صواب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل مکہ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ مکہ پر کسی ناحق شخص کو مسلط نہیں کرے گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ پر فتح پائی تو فرمایا یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ان اللہ حبس عن مکۃ الفیل، وسلّط علیھا رسولہ والمؤمنین وانہ قد عادت حرمتنا الیوم کحرمتہا بالامس"۔ لہ

[اللہ نے مکہ سے ہاتھی کو روک دیا اور اپنے رسول اور اہل ایمان کو اس پر تسلط بخش دیا۔ آج مکہ کی حرمت اسی طرح ہو گئی ہے جیسے کل تھی]

فتح مکہ کے بعد لوگ جوق درجوق اسلام قبول کرنے لگے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انھیں یقین ہو گیا تھا کہ حضورؐ حق پر ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالی نے انھیں مکہ پر غلبہ بخش دیا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے:

"اترکوہ وقومہ فانہ ان ظہر علیھم فھو نبی صادق"۔ ۲ہ

[انھیں (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) اور ان کی قوم کو چھوڑ دو۔ اگر وہ غلبہ پا جائیں گے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ سچے نبی ہیں]

پیش نظر مقالہ میں مولانا فراہی کی تفسیر سورۂ فیل کے صرف متعلقہ مباحث پر گفتگو کی گئی ہے۔ ورنہ واقعۂ فیل کے سلسلے میں دوسری رائیں اور بعض دوسری جزئیات بھی ہیں جن پر بحث کی ضرورت ہے۔ لیکن طوالت کے خوف سے ہم انھیں قلم انداز کر رہے ہیں۔

مولانا فراہی نے اپنے اسی رسالہ کے آخر میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی

لہ صحیحین۔

۲ہ صحیح بخاری۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ مناسک حج میں "رمی جمار" کا اضافہ واقعہ فیل کے بعد اس کی یادگار کے طور پر کیا گیا اور اسلام نے اسے باقی رکھا۔ اس پر راقم نے ایک دوسرے مقالہ میں بحث کی ہے جو "مناسک حج کی تاریخ" کے عنوان سے ماہنامہ "حیات نو" اعظم گڑھ کے مئی و جون ۱۹۸۷ء کے شماروں میں شائع ہو گیا ہے۔ واللہ ولی الحق وھو ھادی السبیل۔

ختم شد

معذرت

مجھے اس بات کا بے حد دکھ اور احساس ہے کہ "برہان" کے سابق مرتب جناب مرحوم جمیل مہدی کے انتقال کے بعد میں ذہنی طور پر انتشار کا شکار رہا چنانچہ ماہ مئی ۱۹۸۸ء کے شمارہ میں جناب سید شہاب الدین ندوی کا جو مقالہ شائع ہوا ہے اسے بین السطور دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا اور نہ قبلہ قاضی جی میاں اعزازی ہی ملاحظہ کر سکے تھے۔ اس کے علاوہ مذکورہ شمارہ میں ہی محترم ادیب جناب خلیل احمد صاحب کے مضمون میں بھی بہت سی خامیاں رہ گئی ہیں جو بہر حال "برہان" کے معیار اور مزاج کے مطابق نہیں "مثلاً" داماد، صاحبزادی اور صاحبزادوں نے حضرت مفتی صاحب کی بڑی خدمت کی "الخ"۔ مفتی صاحبؒ کی اولاد کا یہ اولین فریضہ تھا یہ کوئی احسان نہیں۔ احسان تو قوم و ملت کے ان اکابر اور بزرگوں کا ہے جنھوں نے ملت کے تعلق سے بے لوث خدمات انجام دیں، وغیرہ۔ نیز سابقہ رسالوں میں جناب اطہر صدیقی یا متفرق معاصر اخبارات نئی دنیا وغیرہ میں غیر موزوں جملے استعمال کئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کی غیر سطحی چیزیں برہان میں شائع ہونا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے اس طرح کی تمام تحریروں کو کالعدم سمجھا جائے اور ادارہ کی فروگذاشت کو نظر انداز کر کے معذرت قبول کی جائے۔

(عمید الرحمن عثمانی)

© rasailojaraid.com